ششماہی علمی مجلہ جدید قرآنی افکار، بہار اور موسم گرما ۲۰۲۵، سال ۱، شمارہ ۱
Academic journal of the Jadid Quranic Afkar, Spring & summer2025/ Vol.1, No. 1
قرآن کی علمی مرجعیت: معاصر اسلامی اسکالرز کے تنقیدی افکار کا تقابلی جائزہ
محمد علی رضائی اصفہانی & محمد عسکری مقدس
جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

The Quran's Scientific Authority: A Comparative Review of Contemporary Islamic Scholars' Critical Perspectives

Mohammad Ali Rezaee Esfahani[1] & Muhammad Askari Muqaddas[2]

Abstract

The scientific authority of the Quran, grounded in Quranic verses and traditions of the Ahl al-Bayt, has been a focal point for Islamic thinkers in the past century. While some earlier scholars like Ghazālī, Mullā Ṣadrā, and Fayḍ Kāshānī hinted at certain aspects of this authority centuries ago, modern-era thinkers including Sayyid Jamāl al-Dīn Asadābādī, ʿAllāmah Muḥammad Ḥusayn Ṭabāṭabāʾī, ʿAllāmah Muḥammad Ḥusayn Faḍl Allāh, Āyatullāh ʿAbdullāh Jawādī Āmulī, Imām Khomeinī, and Imām Khamenei have elaborated on various dimensions of the Quran's epistemic authority in their works. This paper presents 15 distinct meanings and applications of the Quran's scientific authority as discussed by these scholars. Notably, Imām Khamenei emphasizes its relevance in political, social, and cultural spheres as a comprehensive reference. Adopting an analytical and critical approach, the study evaluates these perspectives to offer a structured framework for understanding the Quran's multidimensional authority.

Keywords: Quran, Scientific Authority, Islamic Thinkers, Quranic Exegesis, Political-Cultural Guidance, Analytical Study.

1. Professor, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (rezaee.quran@gmail.com).
2. PhD Scholar in Qur’anic Sciences, Specialization in Psychology, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (askarimuqaddas@gmail.com).

قرآن کی علمی مرجعیت: معاصر اسلامی اسکالرز کے تنقیدی افکار کا تقابلی جائزہ *

محمد علی رضایی اصفہانی[۱] اور محمد عسکری مقدس[۲]

اشاریہ

قرآن کی علمی مرجعیت جس کی بنیاد آیات اور احادیثِ اہل بیت پر مبنی ہے، گزشتہ صدی میں اسلامی مفکرین کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ اگرچہ چند صدیاں پہلے بعض مفکرین جیسے کہ غزالی، ملاصدرا، اور فیض کاشانی نے اس کی چند جہتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن گزشتہ صدی میں سید جمال الدین اسدآبادی، علامہ محمد حسین طباطبائی، علامہ محمد حسین فضل اللہ، آیت اللہ عبداللہ جوادی آملی، امام خمینی، اور امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) نے اپنے بیانات میں قرآن کی علمی مرجعیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس مقالے میں قرآن کی علمی مرجعیت کے ۱۵ معانی اور استعمال کے موارد پیش کیے گئے ہیں جن کی طرف مذکورہ مفکرین نے اشارہ کیا ہے۔ ان میں سے امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) نے (زندگی کے مختلف پہلوؤں مثلاً سیاسی، اجتماعی اور ثقافتی امور میں قرآن کی طرف رجوع کرنے کے معنی میں لیا ہے۔ یہ تحریر تحلیلی اور تجزیاتی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے مذکورہ بالا نظریات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن کریم، مرجعیت، علمی، اسلامی مفکرین، تفسیر قرآن، سیاسی و ثقافتی رہنمائی، تحلیلی مطالعہ

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۵/۱/۱۲ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۵/۳/۱۴

۱ . پروفیسر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران. (rezaee.quran@gmail.com).

۲ . پی ایچ ڈی اسکالر، قرآن وعلوم، تخصص (نفسیات)، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران.(askarimuqaddas@gmail.com).

تمہید

قرآن کی علمی مرجعیت جس کی بنیاد آیات اور احادیث پر ہے، مختلف موضوعات جیسے کہ: تاریخ، مفہوم کی شناخت، اصول، نظریات اور ان کے دلائل، نتائج اور چیلنجوں کو شامل کرتی ہے۔ اس تحریر میں ہم ان میں سے کچھ موضوعات، جیسے تاریخ، مفہوم کی شناخت اور نظریات پر گفتگو کریں گے۔

مفاہیم

قرآن: مسلمانوں کی آسمانی کتاب جو ۱۱۴ سوروں پر مشتمل ہے۔ ان سوروں میں موجود آیات کی تعداد ۶۲۳۶ ہیں۔

علم: علم سے مراد وہ انسانی علوم ہیں جو تجرباتی، عقلی اور شہودی علوم سب کو شامل کرتے ہیں۔ لیکن اس مقالے کا مرکزی موضوع انسانی علوم ہیں مثلا تعلیم، سیاست، معیشت، قانون، انتظام و انصرام، سماجیات اور نفسیات۔ کچھ ماہرین انسانی علوم کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: "انسانی علوم وہ ہیں جو انسانی افعال اور ان کے احکام، اثرات اور نتائج کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں: یہ وہ علوم ہیں جو انسان کے ارادے اور شعور سے منسلک امور کے بارے میں جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ (پارسانیا، ۱۳۹۲ش، ص۲۹و۳۰)

مرجعیت: مرجعیت "رجع" کا جعلی مصدر ہے جس کا مطلب واپس آنا ہے (ابن منظور، ۱۴۱۶ق، ج۱، ص۱۴۱) البتہ درج ذیل معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں:

الف۔ ایک فکری اور نظریاتی شخصیت جس سے لوگ مشورہ لینے یا اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں، جیسے مراجع تقلید۔

ب۔ وہ چیز جس سے کسی موضوع کے بارے میں ضروری معلومات اور آگاہی حاصل کرنے کے لیے رجوع کیا جاتا ہے، جیسے کہ کتابیں جو مرجع کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

ج۔ گرامر میں وہ لفظ جس کی طرف ضمیر لوٹتا ہے۔ (انوری، ۱۳۸۱ش، ج۷، مادہ مرجع) انگریزی لغات میں "authority" کا ترجمہ مرجع کے طور پر کیا جاتا ہے، جس کا مطلب اعتبار، اثر و رسوخ اور معتبر مصنف ہوتا ہے۔ (آکسفورڈ ڈیکشنری، ۱۳۹۵ش، ص۳۶) اسی طرح، "authority" کا مطلب کسی چیز پر حاکمیت اور اس پر کنٹرول رکھنے کی طاقت بھی ہوتا ہے۔ (فرہنگ پایہ لانگمن، ۱۳۹۸ش، ص۲۰) اس مقالے میں قرآن کی مرجعیت سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب ایک قابل اعتماد اور معتبر ماخذ ہے جس کا حوالہ تمام علوم میں

دیا جاسکتا ہے۔ گویا صاحبان علم معرفت کے اس منبع سے مختلف علوم و فنون کے مقاصد، اصول وغیرہ میں کے حوالے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ وہ قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر علوم کو سمت دے سکتے ہیں اور قرآن کو مختلف علوم میں تحول اور تبدیلی کا منشاء قرار دے سکتے ہیں۔

قرآن کی علمی مرجعیت کے معانی اور استعمال کے موارد

قرآن کی مرجعیت کے متعدد معانی میں سے ہر ایک اس کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ مختلف علوم میں مرجعیت کے مختلف معانی ہوں۔

۱۔ منبع اور مرجع ہونا

اس معنی کے مطابق قرآن کی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ایک معتبر منبع ہے جس کی تعلیمات اس علم کے ماہرین کے لیے حجت اور دلیل ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، قرآن کی آیات کسی علم میں مستند دلیل بن سکتی ہیں۔ مثلاً، قرآن پاک کچھ علوم میں منبع کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے، جس طرح فقہ میں چار منابع (کتاب، سنت، عقل، اجماع) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فقہی احکام کے یہ چار منابع ہیں جن کی بنیاد پر احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔

۲۔ تصدیق اور تائید کا معیار ہونا

اس معنی کے مطابق قرآن کی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی علم کے نتائج اور نظریات کو قرآن کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگر وہ قرآن سے مطابقت رکھتے ہوں اور قرآن اس کی تصدیق کرے (یا مخالفت نہ کرے)، تو قابل قبول ہیں ورنہ رد کر دیے جائیں۔ چنانچہ حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ احادیث کے مطالب کو قرآن کے سامنے پیش کیا جائے۔

اس معنی میں مرجعیت کچھ علوم مثلا معاشیات، قانون وغیرہ میں قابل نفاذ ہے یعنی قرآن کو منبع قرار دیا جاسکتا ہے۔ کچھ مفسرین جیسے علامہ فضل اللہ نے اس بارے میں احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور ان کو توسیع دی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ہر فکر، خیال اور علم کو قرآن کے سامنے پیش کیا جائے اور اگر وہ قرآن کے خلاف ہو تو اسے نظرانداز کر دیا جائے۔ (فضل اللہ، ۱۴۱۹ق، ج ۶، ص ۲۹۳)

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۳۔ فیصلہ ساز ہونا

اس معنی میں قرآن کریم کی علمی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن فیصلہ اور حکم دینے میں مرجع ہے، یعنی اختلافات کی صورت میں فیصلے کے لئے قرآن ایک منبع ہے چنانچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کے مطابق حکم دینے کا حکم دیا گیا تھا۔ «إِنَّآ أَنْزَلْنَا إِلَیکَ الْکتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکمَ بَینَ النَّاسِ بِمَآ أَرَاکَ اللهُ وَلاَ تَکن لِلْخَآئِنِینَ خَصِیماً» (نساء/۱۰۵) ہم نے آپ کی طرف یہ برحق کتاب نازل کی ہے کہ لوگوں کے درمیان حکم خدا کے مطابق فیصلہ کریں اور خیانت کاروں کے طرفدار نہ بنیں۔

اسی طرح قاضیوں کو بھی اختلافات کی صورت میں قرآن کی طرف رجوع کرنے اور اس کے مطابق حکم دینے کا حکم دیا گیا ہے پس فیصلہ کرنے میں قرآن ان کے لیے علمی مرجع ہے۔ علامہ سید محمد حسین فضل اللہ نے اپنی تفسیر میں قرآن کی اس مرجعیت کا ذکر کیا ہے۔ (فضل اللہ، ۱۴۱۹ق، ج ۶، ص ۱۵۱۔ ۱۵۲)

۴۔ معرفت کا مرجع

قرآن کے معرفتی مرجع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسانی معرفت صرف حواس اور عقل تک محدود نہیں ہے، بلکہ قرآنی وحی کے ذریعے بھی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس طرح سائنسی نظریات کا ثبوت اور تشکیل عقل اور تجربے کی بنیاد پر ہے اسی طرح یہ نظریات قرآنی آیات کی بنیاد پر بھی تشکیل پا سکتے ہیں اور قرآنی دلائل کے ساتھ پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح سائنس اور آرٹس کے مختلف شعبوں میں قرآن نظریہ پردازی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، آسمان میں جاندار مخلوقات کا وجود (سورہ شوریٰ/آیت ۲۹) یا کائنات میں سات آسمان (سبع سموات) اور بعض دیگر سائنسی نظریات قرآن سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

۵۔ قرآن کی عملی حاکمیت اور طاقت

قرآن کی علمی مرجعیت کا یہ معنی مراد لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآنی تعلیمات کو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں عملی بنایا جائے۔ مختلف علوم میں قرآن کی عملی حاکمیت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرے میں عملی طور پر قرآن نافذ ہوگا۔ یہ وہی نظریہ ہے جسے "قرآن کی طرف واپسی" کہا جاتا ہے، جسے

سید جمال الدین اسد آبادی نے پیش کیا تھا اور امام خمینی (رح) اور رہبر معظم انقلاب نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ انقلاب اسلامی کے بعد قرآن کو مرجع قرار دینے کے نتیجے میں ایرانی عوام کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی زندگی میں ایک بڑی تبدیلی پیدا کی جس سے معاشرتی نظام کسی حدتک قرآنی اصولوں کے مطابق ترتیب پایا۔

۶۔ جوابدہ ہونا

قرآنی کی علمی مرجعیت کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید انسان کے جدید دور کے مسائل کا جواب پیش کرتا ہے۔ اس نقطہ نظر کے تحت، ہر دور کے نئے مسائل کے بارے میں قرآن کی رائے کو معیار نظر اور عمل بنایا جاتا ہے۔ اس نقطہ نظر کو بیان کرنے کے لئے شہید صدر کا تفسیر ی اسلوب استعمال کیا جاتا ہے۔ جدید سیاسی اصطلاحات مثلا جمہوریت وغیرہ کو قرآن کے سامنے رکھا جاتا ہے اور قرآن کا نظریہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ قرآن کسی نظریے کو رد کرے؛ قبول کرے یا مشروط طور پر اور نئی شکل میں قبول کرے۔ شورای کی شکل میں دینی جمہوریت اس کی واضح مثال ہے۔ علامہ فضل اللہ نے اپنی تفسیر میں قرآن کی علمی مرجعیت کا یہ معنی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام خامنہ ای (مد ظلہ العالی) نے بھی اپنے بیانات میں اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۷۔ علوم کی سمت متعین کرنا

قرآن کی علمی مرجعیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قرآن سے مختلف علوم کے بنیادی عناصر اور مقاصد اخذ کیے جاتے ہیں۔ قرآن کے تحت ان علوم کی سمت متعین کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر، موجودہ انسانی علوم جیسے علوم تربیتی میں قرآن کو منبع قرار دیتے ہوئے تربیت کے مقاصد، اصول، بنیادی عناصر اور حتی کہ اس کے عوامل اور موانع اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازین ان علوم کے تجرباتی نتائج کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مورد استفادہ قرار دیا جاسکتا ہے اور قرآن اور مختلف علوم کے درمیان رابطے کو موضوع بناکر قرآن کی تفسیر کرکے جدید علوم کی تخلیق کی جاسکتی ہے۔ رہبر معظم اور آیت اللہ مصباح نے علوم انسانی میں تبدیلی کے لئے مختلف علوم کو قرآن کے ذریعے سمت دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (خامنہ ای، ۱۳۹۶ش)

۸۔ آئیڈیل اور نمونہ ہونا

اس معنی کے مطابق قرآن کی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ مختلف کے نظریات اور نظام کی وضاحت اور تشریح کے لئے قرآن سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاتربیتی، سیاسی اور اقتصادی نظام کو قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر مرتب کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح آئیڈیل انسان، آئیڈیل خاندان وغیرہ کے بارے میں قرآن سے نظریات اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ (رضائی اصفہانی، ۱۳۹۶ش، حصہ نظریات) مختلف علوم حتی کہ عمومی ثقافت اور اسلامی تمدن کو بھی قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر نظم و نسق دی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر غلام رضا بہروز لک نے اپنے بیانات میں مرجعیت کے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹۔ مرجعیت تبیینی

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ایک علمی مرجع ہے جو مختلف امور کو بیان کرتا ہے اور ان کی تفصیل فراہم کرتا ہے کیونکہ قرآن امور کو بیان کرنے والا (سورہ نحل/۸۹) اور تفصیل دینے والا (سورہ یوسف/۱۱۱) ہے۔ لہٰذا جب بھی قرآن کی آیات کے عمومی نکات کی وضاحت کی ضرورت ہو، تو قرآن کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے۔ "قرآن کی قرآن کے ذریعے تفسیر" اسی اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کی آیات ہر چیز کو بیان کرتی ہیں اور اسی طرح اپنی آیات کی بھی وضاحت کرتی ہیں۔ علامہ طباطبائی نے المیزان کی مقدمہ میں "تفسیر قرآن بالقرآن" کے دلائل میں سورہ نحل کی آیت ۸۹ «تِبْيَاناً لِكلِّ شَيءٍ» سے استدلال کیا ہے۔ (طباطبایی، ۱۳۸۲ش، ج۱، مقدمہ)

۱۰۔ مرجعیت ادبی

اس معنی کی بناپر قرآن کی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ادبی قواعد کا سرچشمہ اور ان کی درست ہونے یا نہ ہونے کا معیار ہے۔ قرآن کریم عربی ادب کا شاہکار ہے اور عربی ادب کی تاریخ میں بلند ترین مرتبے پر ہے کیونکہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں منتشر اشعار موجود تھے، لیکن ادبی علوم (صرف، نحو، بلاغت وغیرہ) قرآن کے بعد اور اس کی برکت سے وجود میں آئے۔ لہٰذا تمام ادبی قواعد کو قرآن کی پیروی کرنی چاہیے اور خود کو اس عربی ادب کے اعلی معیار کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔

۱۱۔علوم کا سرچشمہ ہونا

اس معنی کے مطابق قرآن کی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن علوم کا سرچشمہ ہے۔ علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب "قرآن در اسلام" میں لکھا ہے کہ قرآن کریم براہ راست کچھ علوم مثلا تفسیر، علوم قرآن، حدیث، تجوید وغیرہ کی پیدائش کا موجب بنا۔اسی طرح علوم بالواسطہ طور پر قرآن کے ذریعے وجود میں آئے مثلا علوم رجال، درایہ اور اصول الفقہ وغیرہ۔قرآن کریم کی وجہ سے طب اور نجوم جیسے کچھ علوم میں پیشرفت ہوئی پس قرآن بالواسطہ یا بلاواسطہ مختلف علوم کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ (طباطبایی، ۱۳۶۱اش، ص۹۴تا۹۷)

۱۲۔ حوالہ اور ماخذ

قرآن کے مرجع اور ماخذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعض مطالب اور نکات کو قرآن کی آیات سے اخذ کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر، اہل بیت کی احادیث قرآن سے ماخوذ ہوتی ہیں چنانچہ امام باقرؑ نے فرمایا: "جب میں تمہیں کچھ بتاؤں تو قرآن سے اس کے بارے میں سوال کرو"۔ (کلینی، ۱۳۶۵اش، ج۵، ص۳۰۰) لہٰذا اگر امام معصوم یا قرآن کے مفسرین قرآن کی آیات سے کسی بات کو اخذ کریں یا اس کا حوالہ دیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو علمی مرجع قرار دیا ہے۔

۱۳۔ علمی پیاس بجھانے والا

قرآن کی علمی مرجعیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ بشری علوم انسان کی علمی پیاس بجھا نہیں سکتے کیونکہ بشری علوم کیفیت، کمیت اور زمان و مکان کے حوالے سے محدود ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں قرآن ہمیں لا محدود الہی علم سے جوڑتا ہے۔یہ کتاب الہی زمان اور مکان سے ماوراء ہے۔ امام علیؑ سے روایت ہے: «جَعَلَهُ اللّٰهُ ریا لِعَطَشِ العُلَماءِ» "اللہ نے قرآن کو علماء کی پیاس کے لیے پانی قرار دیا ہے۔" (رضی، ۱۳۶۸اش، خطبہ ۱۹۸)

علامہ فیض کاشانی نے بھی قرآن کی علمی مرجعیت کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ (فیض کاشانی، ۱۳۹۲اش ، مقدمہ سورہ اقعہ؛ صدر المتألہین، ۱۳۶۶اش ، مقدمہ سورہ واقعہ)

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۱۴۔ شفا بخشی قرآن

اس معنی کی بناپر قرآنی علمی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن انسانیت کی مشکلات اور دردوں کا شفا ہے، جن کا دوسرا کوئی علاج نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن کی آیات اور احادیث میں ذکر کیا گیا ہے: «وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقرآن مَا هُوَ شِفَاءٌ» "اور ہم قرآن میں جو کچھ نازل کرتے ہیں، وہ شفاہے" (اسراء/۸۲). حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے: «استَعِينُوا بِهِ [أی بالقرآن]؛ فإنَّ فيهِ شِفاءً مِن أكبَرِ الداءِ، و هُو الكفرُ و النِّفاقُ، و الغَی و الضَّلالُ» "قرآن سے مدد لو؛ اس لیے کہ اس میں سب سے بڑی بیماریوں یعنی کفر، نفاق، گمراہی اور ضلالت کا علاج موجود ہے۔" (رضی، ۱۳۶۸ش، خطبہ ۱۷۶) علامہ فیض کاشانی نے اس معنی کا بھی ذکر کیاہے۔ (فیض کاشانی، ۱۳۹۲ش)

۱۵۔ فکری و ثقافتی مرجعیت

اس معنی کے مطابق قرآن کی مرجعیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن علوم کے لئے فکری اور ثقافتی بنیادیں پیدا کرتا ہے۔ قرآن انسانی نظام سے بالاتر نظام پر مشتمل ہے جو تربیتی، سیاسی، سماجی اور دیگر نظاموں پر اثر انداز ہوتا ہے اور مجموعی طور پر اسلامی تمدن، ثقافت اور علوم کو سمت دیتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو علمی مرجع قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن متعدد آیات میں توحید کی دعوت دیتا ہے اور یہ قرآنی اصول تمام علمی نظاموں پر اثر انداز ہوتاہے اور تربیت، سیاست، سماج وغیرہ کی سمت کو اللہ کی طرف موڑ دیتا ہے ۔ یہی خصوصیت قرآنی نظام کو انسانی نظاموں سے ممتاز کرتی ہے۔

نظریات اور افکار

۱۔ نظریہ ابو حامد غزالی

ابو حامد غزالی کے مطابق علوم کا الہی منبع قرآن میں پایا جاتا ہے۔ غزالی نے بہت ساری کتابیں تحریر کیں، جن میں "احیاء العلوم" اور "جواہر القرآن" شامل ہیں۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

وہ "احیاء العلوم" میں قرآنی علمی مرجعیت کے اس مفہوم کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن علوم کا الٰہی سرچشمہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "بلکہ احادیث اور روایات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ قرآن کے معانی اہل فہم کے لئے وسیع ہیں۔... غزالی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ہر آیت کے لئے ساٹھ ہزار نکات قابل فہم ہیں، اور جو کچھ آیت میں باقی رہتا ہے، وہ ان سے بھی زیادہ ہے۔اسی طرح دیگر علماء سے و نقل کیا ہے کہ قرآن میں ستتر ہزار اور دو سو علوم ہیں، کیونکہ ہر لفظ کا ایک علم ہوتا ہے۔ یہ علوم چار گنا ہوجاتے ہیں، کیونکہ ہر لفظ کا ظاہر، باطن، حد اور مطلع ہوتا ہے۔" غزالی مزید کہتے ہیں: "پس سارے علوم خدا کے افعال و صفات میں شامل ہیں، اور خدا نے قرآن میں اپنی ذات، صفات اور افعال کو بیان کیا ہے، اور یہ علوم بے انتہا ہیں۔ (غزالی، ۱۴۱۴ق، ج ۱، ص ۲۸۹) کتاب جواہر القرآن میں غزالی کہتے ہیں: "قرآنی علوم دو اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں:

اول: علم ظواہر قرآن (صدف والقشر): اس میں لغت، نحو، علم قرائات، علم مخارج حروف، علم تفسیر ظاہر وغیرہ شامل ہیں۔

دوم: علم باطن قرآن (علم اللباب): اس میں قرآنی قصے، انبیاء کے واقعات اور ان سے متعلق موضوعات، علم کلام، فقہ، اصول فقہ، قیامت، صراط مستقیم اور طریق سلوک کے بارے میں علم الٰہی شامل ہیں۔علوم کا یہ مجموعہ قرآن اور اس کے مختلف مراتب سے حاصل ہوتے ہیں۔ (غزالی، ۱۳۶۵ش، ص ۱۸)

غزالی فصل پنجم میں دیگر علوم کی قرآن سے انشعاب کو بیان کرتے ہیں کہ کچھ علوم جیسے طب، نجوم، ہیئت عالم وغیرہ، جو دینی علوم سے ہٹ کر ہیں، بھی قرآن سے ماخوذ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ علوم انسانی معاش اور معاد کی اصلاح کے لیے براہ راست ضروری نہیں ہیں، لیکن یہ سب قرآن کے علم کے خزانے کا حصہ ہیں۔ غزالی وضاحت کرتے ہیں کہ سب علوم ایک ایسے سمندر سے ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں ہے، اور یہ سب علوم الٰہی علم کی جڑیں قرآن میں پائی جاتی ہیں۔

شاید آپ کہیں کہ ظواہر و بواطن کے علاوہ بھی بہت سے علوم ہیں، جیسے: طب، نجوم، علم ہیئت، علم ابدان و تشریح اعضا، علم سحر اور طلسمات وغیرہ۔ تو جان لیجیے کہ ہم نے صرف ان علوم دینی کی طرف اشارہ کیا جو اصل میں خدا کی طرف لے جانے میں مفید اور ضروری ہیں۔ لیکن یہ علوم جن کا آپ نے ذکر کیا، ایسے علوم ہیں جن پر دنیا اور آخرت کی اصلاح موقوف نہیں ہے، اس لیے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ مذکورہ اور غیر مذکورہ علوم کی جڑیں قرآن سے باہر نہیں ہیں، بلکہ ان سب ریشہ ایک ایسے سمندر میں ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔ (غزالی، ۱۳۶۵ش، ص ۲۵)

تجزیہ: اگر غزالی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں ان علوم کی طرف کلی اشارہ ہوا ہے یا بعض علوم جیسے تفسیر اور تجوید وغیرہ قرآن سے ماخوذ ہیں، تو یہ بات صحیح ہے۔ اس بات کو قرآن کی بعض آیات مثلاً نحل/۸۹ «تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ» بیان کرتی ہیں اسی طرح تاریخی شواہد بھی موجود ہیں مثلاً ادبی، تفسیری اور دیگر علوم کا نزول قرآن کے بعد شروع ہونا۔ اگر غزالی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے ظواہر میں تمام علوم کی جزئیات اور تفصیلات موجود ہیں، تو یہ بات بدیہات اور محسوسات کے خلاف ہے اور قرآن کی آیات اس کی تائید نہیں کرتی ہیں۔ (رضائی اصفہانی، ۱۳۹۶ش)

۲۔ قرآن کی طرف واپس جانے کا نظریہ (العود الی القرآن) سید جمال الدین اسد آبادی

اگرچہ سید جمال الدین اسد آبادی کی کوئی قرآنی کتاب یا تفسیر موجود نہیں ہے، تاہم انہوں نے مصر واپسی اور جامعہ الازہر میں محمد عبدہ سے رابطہ کے بعد ایک نیا نظریہ 'قرآن کی طرف واپسی' (مسلمانوں کی زندگی کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور دیگر پہلوؤں میں قرآن کا شامل ہونا) کا بیان کیا۔ اس کا نتیجہ معاصر دور میں قرآن کی اجتماعی تفسیر کی شکل میں آیا۔ 'الرجوع الی القرآن' میں سید جمال کا نظریہ عروج پر نظر آتا ہے۔ (حسینی طہرانی، ۱۳۹۵ش، ج ۳، ص ۱۰۵)

سید جمال الدین اسد آبادی کے نظریات اور کوششوں کے نتیجے میں، محمد عبدہ نے شیخ الازہر اور مصر کے بڑے مفسر کے طور پر قرآن کی سماجی تفسیر پر توجہ دی۔ شیخ عبدہ نے آخری سیپارے کی تفسیر اور تفسیر "المنار" میں اس نظریے کو پیش کیا۔ اس نظریے نے جدید دور کے

مفسرین جیسے سید قطب (فی ظلال القرآن) اور حتی کہ پاکستان میں مودودی (تفسیر تفہیم القرآن) اور ایران میں آیت اللہ مکارم شیرازی (تفسیر نمونہ) پر بھی اثر ڈالا اور اسلامی دنیا میں سماجی تفسیر کا تصور پیش کیا۔

سید جمال الدین اسد آبادی کے نظریہ "الرجوع الی القرآن" کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ انہوں نے قرآن کی علمی مرجعیت کا یہ نظریہ یعنی زندگی کے عملی میدان میں قرآن کی طرف واپسی اور اس کا سماجی، سیاسی اور دیگر پہلوؤں پر تسلط کا نظریہ پیش کیا جو کہ آج کی زیادہ تر اسلامی قوموں اور معاشروں کی ضرورت ہے۔

۳-قرآن کی طرف علمی رجوع، ملاصدرا

ملاصدرا (صدرالدین محمد بن ابراہیم قوام شیرازی المعروف ملاصدرا، صدرالمتألہین) ایک شیعہ فلسفی ہیں جن کی نامکمل قرآنی تفسیر موجود ہے۔ تفسیر سورہ واقعہ کے مقدمہ میں، وہ کہتے ہیں: "میں نے فلسفہ کی بہت زیادہ کتابیں پڑھی ہیں یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ میں کسی مقام پر ہوں، لیکن جب میری بصیرت کچھ کھل گئی، تو میں نے خود کو حقیقی علوم سے خالی پایا۔ اپنی زندگی کے آخر میں، میں نے قرآن اور روایات محمد اور آل محمدؐ کی جانب رجوع کیا اور ان میں غور و فکر کیا۔ مجھے یقین ہوا کہ میرا علم بنیادی طور پر بے بنیاد تھا، کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں نور کی بجائے سائے میں کھڑا ہو کر گزاری۔ میں بہت بے سکون ہوا اور میرا دل آگ سے بھر گیا حتی کہ رحمت الٰہی نے مجھے اپنی آغوش میں جگہ دی اور مجھے قرآن کے اسرار سے آشنا کیا۔ میں نے قرآن کی تفسیر اور اس میں تدبر شروع کیا، وحی کے گھر کے دروازے پر دستک دی، دروازے کھل گئے اور پردے ہٹ گئے۔ مجھے ایسا لگا کہ فرشتے مجھے کہہ رہے ہیں: 'سلام ہو تم پر، تم اچھے ہو، داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ کے لیے۔' (زمر/۷۳) (صدر المتألہین، ۱۳۶۶ش، ج ۷، مقدمہ تفسیر سورہ واقعہ) ملاصدرا کے یہ الفاظ قرآن کی علمی مرجعیت کی طرف اشارہ ہیں، جس کا مطلب ہے کہ دانشوروں کی پیاس کو قرآن کی طرف علمی رجوع کے ساتھ بجھایا جاسکتا ہے۔

۴- قرآن سے علمی پیاس بجھانا، فیض کاشانی

محمد حسین فیض کاشانی، گیارہویں صدی کے محدث، حکیم اور عارف ہیں۔ وہ اپنی کتاب «رسالہ الانصاف» میں لکھتے ہیں: "میں نے کتابیں اور رسالے لکھے، تحقیقات کیں، لیکن کسی بھی علم میں نہ تو میرے درد کا علاج ملا اور نہ ہی میرے پیاس بجھانے کا کوئی ذریعہ۔ میں نے اپنے بارے میں خوف محسوس کیا اور خدا کی طرف بھاگنے اور رجوع کرنے لگا یہاں تک کہ خدا نے قرآن اور حدیث کی تفکر کے ذریعے مجھے ہدایت فرمائی۔" (فیض کاشانی، ۱۳۹۲ش) درحقیقت، فیض کاشانی کا یہ قول قرآن کی علمی مرجعیت کے دو مفہوموں کی طرف اشارہ کرتا ہے: پہلا یہ کہ قرآن انسانیت کی بیماریوں کا علاج ہے: "اور ہم قرآن میں نازل وہ کرتے ہیں جو شفا ہے" (اسراء/۸۲)؛ اور دوسرا یہ کہ قرآن دانشوروں کی علمی پیاس بجھاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے اسے علماء کی پیاس بجھانے کے لیے بنایا ہے۔" (رضی، ۱۳۶۸ش، خطبہ ۱۹۸؛ مجلسی، ۱۴۰۳ق، ج ۸۹، ص۲۱)

۵۔ علامہ طباطبائی کا نظریہ (قرآن علوم کی پیدائش اور توسیع کا عامل)

علامہ طباطبایی (رحمہ اللہ) نے قرآن کو علوم کی پیدائش اور گسترش کا عامل قرار دیا ہے۔ علامہ اس نظریے پر تاکید کرتے ہیں اور بعض علوم کو ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ علوم کی پیدائش کا عامل براہ راست قرآن ہی ہے۔

الف۔ وہ علوم جو براہ راست قرآن کی وجہ سے وجود میں آئے

مسلمانوں کے درمیان کچھ علوم رائج ہیں جن کا موضوع قرآن کریم ہے یعنی نزول قرآن کے بعد ہی یہ علوم وجود میں آئے ہیں۔ آہستہ آہستہ ان علوم نے ترقی کی اور مستقل علم کی حیثیت اختیار کی۔ ان علوم میں قرآن کے الفاظ، معانی اور تعلیمات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ تاریخ میں ان علوم کے بارے میں ان گنت کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ (طباطبایی، ۱۳۶۱ش، ص ۹۵-۹۶) ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. علم تجوید قرآن: یہ علم حروف کے تلفظ اور ان کی حالتوں کی کیفیت پر بحث کرتا ہے اور اس موضوع کے مبانی اور فنون کی توضیح کرتا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۲. علم قرائت: یہ علم قرآن کی مختلف قرائتوں (سات، دس یا چودہ قرائات) اور ان کی تاریخ، دلائل، اور قاریوں کے بارے میں بحث کرتا ہے۔

۳. علم رسم الخط قرآن: یہ علم عربی رسم الخط کے قواعد اور خصوصی طور پر قرآن کے رسم الخط کو بیان کرتا ہے۔اس میں مختلف خطاطی کی اقسام (مثلاً نسخ، کوفی وغیرہ) اور ان کی خصوصیات پر بحث کی جاتی ہے۔

۴. علوم قرآن: یہ علم قرآن کے مختلف موضوعات جیسے محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ، تاویل، باطن وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

۵. فقہ القرآن: یہ علم احکام شرعی کے بارے میں آیات، نظریات اور ان کے دلائل پر بحث کرتا ہے۔

۶. علم تفسیر: یہ علم قرآن کی آیات کے معانی اور مراد کی توضیح کرتا ہے۔یہ دو صورتوں میں انجام پاتا ہے: تفسیر ترتیبی اور تفسیر موضوعی۔اسلامی تاریخ میں اس موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں۔

۷. علم حدیث: قرآن کریم نے پیغمبر اسلام ﷺ کو قرآن بیان کرنے والا اور مفسر قرار دیا ہے: « وَأَنزَلْنَا إِلَيكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيهِمْ» (نحل/۴۴) اس لئے ان کی سنت نے قرآن کی تفسیر کا کردار ادا کیا۔احادیث تفسیری کی شکل میں آئیں اور بعد میں اس موضوع پر تفسیر روائی کے کئی کتابیں لکھی گئیں جن میں پیغمبر ﷺ اور اہل بیتؑ کی روایات کو جمع کیاگیاہے۔

ب۔ وہ علوم جوبالواسطہ قرآن کے ذریعے وجودمیں آئے

مسلمانوں میں کچھ ایسے علوم بھی ہیں جو علم حاصل کرنے پر قرآن کی حوصلہ افزائی یا علوم کی پہلی قسم (مثلاً تفسیر) کی بہتری کے لئے وجود میں آئے اور آہستہ آہستہ مستقل علم کی شکل اختیار کر گئے۔اسلامی تاریخ میں ان موضوعات پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ علم درایۃ: یہ علم حدیث سے متعلق اصطلاحات اور اس میں آنے والی تبدیلیوں کی توضیح کے لیے تشکیل پایا۔

۲۔ علم رجال: یہ علم راویوں کے حالات اور روایات کی سند کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے تشکیل پایا۔ (طباطبایی، ۱۳۶۱ش، ص۹۶۔۹۷)

۳۔ علم کلام: یہ علم اعتقادی مباحث کو بیان اور ان کا دفاع کرتا ہے۔اسلامی علم کلام کی جڑیں قرآنی آیات اور اسلامی احادیث میں ہیں تاہم آہستہ آہستہ یہ ایک منظّم علم کی شکل اختیار کر گیا۔

۴۔ علم فقہ: یہ علم شرعی احکام سے متعلق آیات اور فقہی احادیث سے شرعی قوانین کا استنباط کرتا ہے۔علم فقہ بھی آہستہ آہستہ اسلامی دنیا میں ایک مستقل اور وسیع علم کی شکل اختیار کر گیا۔

۵۔ علم اصول الفقہ: یہ علم قرآن اور حدیث سے حکم شرعی کو اخذ کرنے کے قواعد کو بیان کرتا ہے۔ حقیقت میں ان کی تفہیم کی منطق ہے۔ یہ علم فقہ کے مقدمے کے طور پر نمودار ہوا،لیکن حقیقت میں یہ علم تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کا مقدمہ بھی ہے۔ یہ علم وقت کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے ترقی یافتہ علوم میں سے ایک بن گیا۔

۶۔ عربی ادب: یہ علم نحو، صرف، اشتقاق، معانی، لغت اور وجوہ و نظائر جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔ان علوم کا مقصد قرآن کی آیات کو بہتر اور قاعدے کے تحت سمجھنا اور آیات کا صحیح تلفظ کرنا ہے۔(صدر،۱۳۸۸ش) وقت کے ساتھ ساتھ یہ علوم مستقل بن گئے اور زبان عرب کے لئے قیمتی ورثہ بن گئے۔ماہرین اور دانشوروں نے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور ان علوم نے فارسی، ترکی اور دیگر زبانوں کے ادب پر بھی مثبت اثرات مرتب کیے ہیں۔ (ولایتی، ۱۳۸۴ش، ص۳۲۱)

۷۔ تاریخ: یہ علم اسلام میں "قصص قرآن" اور احادیث سے شروع ہوا۔ پھر یہ علم اسلامی اور عالمی تاریخ کی شکل اختیار کر گیا۔بہت سے مورخین اور تاریخ کی کتابیں اس موضوع پر تحریر کی گئیں۔ (طباطبایی،۱۳۶۱ش، ص۹۵۔۹۶)

ج۔ وہ علوم جن کو قرآن نے پروان چڑھایا

کچھ علوم مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں میں پیدا ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہو کر ترقی پاتے ہیں، کبھی یہ عمل برعکس بھی ہوتا ہے۔ مسلمان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہے اور بعض علوم کو یونان، ایران اور ہندوستان سے ترجمہ کیا۔ مسلمانوں نے ان علوم کو ترقی دی اور وسعت میں اضافہ کیا۔ (زرین کوب، ۱۳۸۶ش؛ لی، ۱۳۷۲ش؛ ولایتی، ۱۳۸۴ش) ان میں درج ذیل علوم شامل ہیں:

۱۔ فلسفہ: فلسفہ ابتدا میں یونان سے اسلامی ممالک میں داخل ہوا اور آہستہ آہستہ اسلامی تفکر کے زیر اثر تبدیلیاں پیدا ہوئیں، یہاں تک کہ اس کے تمام موضوعات، متون، براہین اور شواہد کو قرآن اور حدیث میں ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ (طباطبائی، ۱۳۶۱ش، ص ۹۵-۹۶)

۲۔ منطق: اس علم کی بنیاد بھی یونان میں پائی جاتی ہے جہاں سے مسلمانوں کے علوم کے دائرے میں آیا۔ قرآن کریم نے برہان، استدلال اور جدال احسن پر خصوصی توجہ دی ہے لہٰذا مسلمانوں نے بھی علم منطق کی طرف توجہ کی۔ مسلمانوں نے اس علم کو ترقی دی۔ اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔

علامہ طباطبائی نے جن علوم کی طرف اشارہ کیا، ان کے علاوہ موجودہ دور میں بھی قرآن سے رہنمائی لیتے ہوئے نہ صرف انسانی علوم میں نئی راہیں کھولی جا سکتی ہیں بلکہ نئے انسانی اور قرآنی علوم وجود میں لائے جا سکتے ہیں۔

۶۔ علامہ سید محمد حسین فضل اللہ کا نظریہ

علامہ فضل اللہ لبنان کے معاصر، نواندیش اور انقلابی مفسر ہیں جو قرآن کی علمی مرجعیت کا نظریہ پیش کرنے والے ابتدائی افراد میں شمار کیے جاتے ہیں۔ علامہ فضل اللہ قرآن کی آیت "وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ" (شوری/۱۰) کے تحت وحی الٰہی کو دائمی مرجع سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک، خداوند متعال ہی واحد حقیقی حکم کا مالک ہے جو لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے؛ کیونکہ خدا حق کا منبع، اس کا خالق، حق و حقوق جعل کرنے والا اور کائنات کو حق کی بنیاد پر چلانے والا ہے۔ خدا ہی ہے جو کائنات پر مکمل اقتدار رکھتا ہے اور وجود کی ابتدا

اور انتہا اسی کی طرف ہے۔ پس جب بھی انسانوں کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو، تو اللہ یعنی وحی کو مرجع قرار دینا چاہیئے۔ اس بنیاد پر احکام کی تشریع میں الٰہی طریقے سے رجوع کرنا چاہیئے اور اللہ کی مرجعیت کے تحت حل و فصل کرنا چاہیئے۔ لوگوں کو عادات اور رسومات میں بھی اللہ کو مرجع بنانا چاہیئے۔ نتیجتاً انسانوں کو اپنی فکر، طریقہ زندگی، ترجیحات، تعلقات اور روابط میں اللہ کو محور بنانا چاہیئے اور ان تمام امور میں اللہ کے حکم کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ (فضل اللہ، ۱۴۱۹ق، ج ۲۰، ص ۱۵۱-۱۵۲)

علامہ فضل اللہ قرآن کی مرجعیت کو سورہ نساء کی آیت ۶۵ «فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً» سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ اس کی عملی صورت کی وضاحت کرتے ہیں: "اگر عملی زندگی میں کوئی اختلاف پیدا ہو اور لوگوں کے نظریات مختلف ہوں اور ہر کوئی اپنی رائے کے لئے دلیل پیش کرے، تو لوگوں کے ایمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ مقام پیغمبر کی طرف رجوع کریں اور وہ جو بھی حکم دے، اس پر عمل کریں۔ یہ رجوع مرجعیت رسالت کو تسلیم کرنا ہے جو وحی کے برابر ہے۔ یہ رجوع زندگی کے ہر معاملے اور فکری و نظری اختلافات میں ہونا چاہیئے، خواہ وہ جزوی ہوں یا کلی۔ اس رجوع میں پیغمبر کے ہر فیصلے کو سب کو تسلیم کرنا چاہیئے اور اس پر اطمینان کے ساتھ عمل کرنا چاہیئے۔ (فضل اللہ، ۱۴۱۹ق، ج ۷، ص ۳۴۲)

لہٰذا اگر کوئی فرد یا قوم خود کو مسلمان سمجھتی ہے، تو اسے اپنے تمام معاملات میں، خواہ ذاتی ہوں یا اجتماعی، وحی اور پیغمبر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اس کے سامنے خضوع کرنا چاہیئے کیونکہ یہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل کرتا ہے۔

علامہ فضل اللہ جب اہل بیتؑ کے قرآن فہمی کے طریقہ کار کو بیان کرتے ہیں، تو وہ تصریح کرتے ہیں کہ اہل بیتؑ نے قرآن کو محور بنانے کے علاوہ اور قرآن کے پائیدار معارف کو عوام کے لئے قابل فہم قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کی دلیل کے طور پر امام صادقؑ کی ایک حدیث پیش کی ہے: "ما مِن أمرٍ يختَلِفُ فيهِ اثنانِ إلاّ و لَهُ أصلٌ فی كتابِ اللّهِ عَزَّ و جلَّ، و لكن لا تَبلُغُهُ

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

عُقولُ الرِّجالِ" انسانوں کے درمیان ہونے والے اختلافات کا راہ حل کتاب الٰہی میں ہے لیکن انسان کی عقل کی اس تک رسائی نہیں ہے۔ (کلینی، ۱۳۶۵ش، ج۱، ص۴۹، ح۶)

علامہ فضل اللہ اس حدیث سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ علماء کو قرآن کے فہم میں بہت دقیق ہونا چاہئے تاکہ وہ اس کی گہرائی اور وسعت کو سمجھ سکیں۔ قرآن کے الفاظ اور حروف پر ادبی طریقے سے فہم پر منجمد نہیں ہونا چاہئے بلکہ قرآن کی معارف کے عصری اور دائمی پہلوؤں کو دریافت کریں۔ ان کے نظریہ کے مطابق ایک قصہ کسی معین وقت سے متعلق ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ وہ تاریخ میں ہزاروں دیگر مشابہ واقعات کو بھی شامل کر سکے اور ان واقعات کے اسباق کو واضح کرے۔ اسی طرح، ایک آیت کسی خاص جماعت کے لئے نازل ہو سکتی ہے، لیکن وہ تمام انسانی جماعتوں کو شامل کر کے ان کی زندگی کی حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ اس لئے قرآن جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے نازل کیا ہے، انسان کی تمام امور سے نمٹنے کا طریقہ بیان کرتا ہے۔ انسانی عقول کی رسائی نہ ہونا قرآن نا قابل فہم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ انسان کا ذہنی جمود اور آیات میں غور نہ کرنا اس کی وجہ ہے۔ (فضل اللہ، ۱۴۱۹ق، ج۶، ص۲۸۹-۲۹۰)

۷-قرآن کی علمی مرجعیت، امام خمینی کا نظریہ

کہ اسلامی انقلاب کے بانی امام خمینی نے قرآن کی علمی مرجعیت کو "قرآن کی طرف رجوع" کے نظریے کے تحت پیش کیا ہے اور قرآن کے احکام اور معارف کو معاشرتی سطح پر نافذ کرنے کی بات کی ہے۔ وہ انہی خیالات کے تحت اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ حضرت امام خمینی (رحمتہ اللہ علیہ) زندگی کے تمام پہلوؤں میں قرآن کے نفوذ پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "قرآن کی ضروری ہے، لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ قرآن کو ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں میں نافذ اور شامل ہونا چاہئے۔ جب قرآن فرماتا ہے: «وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُوا» (آل عمران، ۱۰۳) سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔ تو یہ سیاسی احکام ہیں، جن پر عمل کرنے سے دنیا میں آپ کی برتری ہوگی۔ ہم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا اور ان مسائل کو نظرانداز کیا ہے۔ قرآن کو ہر پہلو

میں شامل ہونا چاہیئے... قرآن اور ذکر ہر جگہ موجود ہونا چاہیئے۔ کچھ میں نافذ ہونا اور کچھ میں نہ ہونا قابل قبول نہیں ہے۔ (موسوی خمینی، ۱۳۷۸ش، ج۱۶، ص۳۹-۳۸)

حضرت امام خمینی (رحمتہ اللہ علیہ) معاشرے کی ہدایت اور رہنمائی میں قرآن کے کردار کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن کو اس قدر منظر عام سے دور کر دیا گیا کہ گویا اس کا ہدایت سے کوئی دینے تعلق نہیں ہے۔ اب حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ قرآن جابر حکومتوں اور ظالموں کے مظالم اور فسادات کی توجیہ کا وسیلہ بن گیا ہے اور بدقسمتی سے دشمنوں کی سازشوں اور جاہل دوستوں کی نادانی کے نتیجے میں قرآن قبرستانوں اور مرنے والوں کی مجالس کے سوا کہیں اور کردار ادا نہیں کر رہا ہے۔ وہ کتاب جو مسلمانوں اور بشریت کے اجتماع اور وحدت کا وسیلہ ہونا چاہیے تھی، اختلاف اور تفرقہ کا سبب بن گئی اور یا مکمل طور پر منظر سے غائب ہو گئی۔ (موسوی خمینی، ۱۳۷۸ش، ج۲۱، ص ۳۹۴-۳۹۵)

امام خمینی (رحمتہ اللہ علیہ) کی نظر میں قرآن کی مرجعیت کا مطلب قرآن کی حکومت ہے، چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اس تحریک کو اس لئے شروع کیا کہ اسلام اور اسلام اور قرآن کے قوانین ہمارے ملک میں نافذ کریں اور کوئی قانون اسلام اور قرآن کے قانون کے مقابلے میں وجود نہ آئے۔ (موسوی خمینی، ۱۳۷۸ش، ج۹، ص۱۶۶)

امام خمینی، جو کہ فقیہ، عارف، فلسفی اور سیاستدان تھے اور علمی و عملی لحاظ سے ایک بھرپور زندگی گزاری، اپنی زندگی میں قرآن پر توجہ دینے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں سنجیدگی سے کہتا ہوں کہ مجھے اپنی زندگی پر افسوس ہے کہ کیوں قرآن کے لئے وقت نہیں دیا۔ (موسوی خمینی، ۱۳۷۸ش، ج۲۰، ص۲۰)۔

۸- امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) کا نظریہ اور قرآن کی بنیاد پر علوم انسانی کی تجدید

امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) نے متعدد مواقع پر قرآن کی طرف واپسی کی دعوت دی ہے اور فرماتے ہیں کہ قرآن کا مسئلہ، قرآن کی مرجعیت، قرآن کی طرف رجوع اور مختلف فکری، عملی، اجتماعی، سیاسی اور حکومتی مسائل میں قرآن سے استفادہ بہت اہم چیز ہے۔ ہم واقعی اس میدان میں کم کام کر رہے ہیں...۔ (خامنہ ای، ۱۳۹۶/۳/۱:

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

(www.farsi.khamenei.ir اسلامی دنیا میں جو بھی کمی ہے وہ معارف الہٰی اور معارف قرآنی سے دوری کے سبب ہے۔قرآن میں حکمت، علم اور زندگی کے اسرار و رموز ہیں۔ قوموں اور ملتوں کی زندگی قرآن کے معارف سے واقفیت اور ان معارف کے مقتضیات پر عمل سے بنتی ہے...۔(خامنہ ای، ۱۳۹۰/۵/۱۱: www.farsi.khamenei.ir) مسلمانوں کا بڑا مسئلہ قرآن سے دوری ہے، اور اس کا حل بھی قرآن کی طرف واپسی ہے۔قرآن صرف گوشہ نشینی میں تلاوت کرنے کے لئے نہیں ہے، قرآن عمل کے لئے ہے، قرآن شناخت اور معرفت کے لئے ہے...۔" (خامنہ ای،۱۳۷۹/۸/۹: www.farsi.khamenei.ir)

امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) نے متعدد مواقع پر علوم انسانی کی تبدیلی اور ان کی بنیادوں میں قرآن کریم کے استعمال کی تاکید کی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرق کو مغربی علوم انسانی کا سامنا کرنے میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جدید دور کے مغرب میں علوم انسانی ہیومنیزم اور سیکولرازم جیسی بنیادوں پر استوار ہیں۔انہیں مغرب کی ثقافت نے قبول کیا ہے، اور انہیں اسی طرح ترجمہ کر کے مشرقی ممالک کے طلباء کے لئے پیش کیا گیا ہے، جو کہ غیر شعوری طور پر ان میں سے بہت سوں کے ذہن کو مغربی ثقافت کے ساتھ ہم آہنگ کر دیتا ہے اور ایک قسم کا ثقافتی تسلط اور نوآبادیاتی نظام قائم کرتا ہے۔

رہبر معظم انقلاب (مدظلہ العالی) نے اس مشکل کو بڑی باریکی سے دیکھا اور اس کے لئے قرآنی حل پیش کیا۔انہوں نے علوم انسانی کی ناگوار صورتحال کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایاکہ بہت سے مباحث علوم انسانی فلسفوں پر مبنی ہیں جن کی بنیاد مادہ پرستی ہے، جن کی بنیاد انسان کو حیوان سمجھنا ہےاور انسان کو غیر ذمہ دار بناتے ہیں۔ان علوم انسانی کو ترجمہ کرکے من و عن لا کر اپنے جوانوں کو پڑھانا در حقیقت شک اور تردید کی ترویج کے علاوہ مسلمانوں کے الہی اور اسلامی اقدار اور عقائد پر مغربی افکار کو مسلط کرنے کے مترادف ہے جو کہ کسی بھی بنیاد پر پسندیدہ نہیں ہے۔(خامنہ ای،۱۳۸۸/۶/۸: www.farsi.khamenei.ir)

رہبر معظم انقلاب بارہا یاد دہانی کراتے ہیں کہ مغرب سے علوم اخذ کرنے کے طریقے پر ان کا انتقاد مکمل طور پر ان علوم کی نفی نہیں ہے۔وہ عصر حاضر کے علوم سے تعلق کو

ضروری سمجھتے ہیں لیکن خبردار کرتے ہیں کہ یہ تعلق یک طرفہ اور مکمل قبولیت کی شکل میں نہ ہو۔ لہٰذا، ان علوم کو تنقیدی نظر سے پرکھنا چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ وہ قابل قبول ہیں یا نہیں اور اگر قابل قبول ہیں تو وہ اصلاح کی ضرورت رکھتے ہیں یا نہیں؟ بیٹھیں؛ فکر کریں؛ نظریہ پردازی کریں؛ دنیا میں موجود ان علوم سے فائدہ اٹھائیں؛ ان میں اضافہ کریں اور ان کی غلطیوں کو آشکار کریں۔ یہ ایسے کام ہیں جو ترقی اور پیشرفت کے لوازمات میں شمار ہوتے ہیں۔ (خامنہ ای، ۱۳۸۸/۲/۲۷: www.farsi.khamenei.ir)

رہبر معظم قرآن کے تحقیقاتی مطالعے اور علوم انسانی کو قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر مرتب کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔ لہٰذا قرآنی تعلیمات پر توجہ دینا اور علوم انسانی کے نظریات کو قرآن کی بنیاد پر مرتب کرنا نہ صرف ممکن بلکہ بہت ضروری ہے۔ انہوں نے ایرانی خواتین قرآنی محققین سے ملاقات میں فرمایا کہ ہم مغربی علوم انسانی کو ترجمہ شدہ شکل میں، بغیر کسی تحقیق کے تعلیمی اداروں میں لاتے ہیں اور مختلف شعبوں میں ان کی تعلیم دیتے ہیں؛ جبکہ علوم انسانی کی جڑ اور بنیاد قرآن میں ملنی چاہئے۔ قرآنی تحقیق کا ایک اہم حصہ یہی ہے۔ مختلف شعبوں کے بارے میں قرآن کے نکات اور تفسیر پر توجہ دینی چاہئے۔ یہ ایک بہت اہم اور بنیادی کام ہے۔ اگر یہ کام ہو جائے، تو مختلف انسانی علوم میں مفکرین اور محققین اس بنیاد پر عظیم پیشرفت کر سکتے ہیں۔ البتہ، اس وقت وہ مغربی لوگوں اور ان لوگوں سے جو علوم انسانی میں پیشرفت کر چکے ہیں، سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لیکن بنیاد قرآنی ہونی چاہئے۔ (خامنہ ای، ۱۳۸۸/۷/۲۸: www.farsi.khamenei.ir)

ان باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام خامنہ ای (مدظلہ العالی) نے قرآن کی علمی مرجعیت کے کئی معنوں کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱۔ قرآن کی مرجعیت یعنی انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر قرآن کا عملی حکمرانی، ۲۔ قرآن کا انسانی ضروریات کا جواب دینا، ۳۔ قرآن کی بنیاد پر علوم (خاص طور پر علوم انسانی) کی تجدید نو

۹۔آیت اللہ جوادی آملی کا نظریہ

آیت اللہ جوادی آملی قرآن کے معاصر مفسر ہیں جو عصر حاضر میں قرآن کی علمی مرجعیت کے قائل اور حامی ہیں۔انہوں نے متعدد مواقع پر مختلف صورتوں میں قرآن کی علمی مرجعیت کو پیش کیا ہے۔ (اسلامی، ۱۳۹۵ش) یہ اسلام کے مسلم اصولوں میں سے ہے۔قرآن کریم کی آیات اور پیغمبر اکرم کی واضح احادیث و تعلیمات اس پر دلالت کرتے ہیں؛

مثال کے طور پر، آیہ «إِنَّ هٰذَا الْقرآن یهْدِی لِلَّتِی هِیَ أَقْوَمُ» (اسراء/۹) ظاہر کرتی ہے کہ قرآن کریم ایک ایسے دین کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو دیگر تمام ادیان سے زیادہ مستحکم اور جامع ہے۔یہ خصوصیت اس بات کی متقاضی ہے کہ قرآن کریم عملی حکمت اور نظری حکمت دونوں میں مرجع اور معیار ہو۔اسی طرح، آیہ «وَالَّذِینَ یمَسِّکونَ بِالْکتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَانُضِیعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِینَ» (اعراف/۱۷۰) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ الٰہی قوانین کی وفاداراور نماز کو قائم کرنے والی قوم کتاب یعنی قرآن سے تمسک کرتی ہے۔ (جوادی آملی، ۱۳۸۶ش، ج ۳۰، ص ۶۰۲؛ جوادی آملی، ۱۳۷۹ش، ص ۳۰۸-۳۰۹) جس میں عملی اور نظری تمسک دونوں شامل ہیں۔

یہ آیات بھی آیت اللہ جوادی آملی کے نظریے پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کریم علمی اور عملی دونوں حوالوں سے مرجع ہے: «یا أَیهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکم بُرْهَانٌ مِن رَبِّکمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَیکمْ نُوراً مُبِیناً» (نساء/۱۷۴)قرآن مجید «برہان» اور «نور» کا مصداق ہے۔ (جوادی آملی، ۱۳۸۶ش، ج۲۱، ص۴۵۳) نور کی صفت یہ ہے کہ یہ خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے۔(جوادی آملی، ۱۳۸۶ش، ج ۴۴، ص ۳۴۴)

قرآن کریم علم اور عمل دونوں لحاظ سے نور ہے یعنی یہ انسان کے لیے عملی میدان میں مرجع اور علمی میدان میں رہنما ہے،«ذٰلِک بِأَنَّ اللهَ نَزَّلَ الْکتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِینَ اخْتَلَفُوا فِی الْکتَابِ لَفِی شِقَاقٍ بَعِیدٍ» (بقرہ/۱۷۶)اختلافِ رائے علوم کے ارتقاء کے لیے مفید ہے، لیکن خیالات اور مختلف آراء کو الٰہی معیار پر تولا اور پرکھا جانا چاہیے تاکہ حق اور باطل، صدق اور

کذب کے درمیان فرق معلوم ہو سکے۔ خداوند متعال نے فکری اختلافات کو ختم کرنے کے لیے آسمانی کتاب نازل کی۔ ۔(جوادی آملی، ۱۳۸٦ش، ج۹، ص۱۷)

علمی نظریات اختلاف کی فضا پیدا کر سکتے ہیں لیکن کتاب اور سنت کے محکمات کی طرف رجوع کے ذریعے یہ اختلافات ختم کیے جا سکتے ہیں: «فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ» (نساء/۵۹)۔(جوادی آملی، ۱۳۸٦ش، ج۱۰، ص۲۸۸-۲۸۹)

بے شمار روایات بھی اس بات کی وضاحت یا اشارہ دیتی ہیں کہ علمی اور عملی امور میں قرآن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر روایات کو قرآن سے موازنہ کرنے کا ذکر کیا جا سکتا ہے یعنی معصوم اماموں سے منسوب باتوں کی تصدیق یا تردید کے لیے، انہیں قرآن کے معیار پر پرکھنا چاہیے اور قرآن کے معیار کے مطابق ان کا تجزیہ کرنا چاہیے۔

معصومین کی روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ متعارض روایات میں ترجیح کا معیار انہیں قرآن کے سامنے پیش کرنا ہے۔ (کلینی، ۱۳٦۵ش، ج۱، ص٦۸-٦۹) اسی طرح بعض روایات کے مطابق ہر حدیث خواہ تعارض ہو یا نہ ہو، قرآن کے ذریعے اس کا صحیح یا جعلی ہونا ثابت کیا جائے گا۔(جوادی آملی، ۱۳۸٦ش، ج۱، ص٦۹)

قرآن کریم نہ صرف عقائد، اخلاق، احکام اور فردی و اجتماعی حقوق کو بیان کرتا ہے بلکہ روزمرہ کے علمی اور فنی موضوعات کی تبیین بھی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں ارضیات، بارش کی تخلیق، زمین کی حیات نو اور اس کے مختلف مراحل کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ البتہ، قرآن سے استفادہ کرنے کے لیے کچھ شرائط اور مقدمات کی ضرورت ہوتی ہے جہان شناسی، زمین شناسی، نفسیات، فزکس، کیمسٹری اور دیگر موجودہ علوم و فنون پر بھی دہائیوں کی آیات اور روایات موجود ہیں۔ اگر ان کا عقل کے تحت باقاعدہ اور اجتہادی تجزیہ کیا جائے، تو ہر ایک آیت و روایت ایک علمی کتاب یا مفید نوٹس بن سکتے ہیں۔ ۔(جوادی آملی، ۱۳۸٦ش، ج۴۷، ص۱۸۸، ۲۱۷-۲۱۸)

قرآن کریم کئی فنون و علوم کو واضح طور پر بیان کرتا ہے جبکہ بہت سے دوسرے موضوعات کو جن کو سمجھنے کی عصر نزول کے معاشرے میں صلاحیت نہیں تھی، رمز و کنایہ اور اشارہ

کے ذریعے پیش کرتا ہے۔قرآن قیامت تک بشریت کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور علم، اخلاق، عقائد، معیشت، اور سماجی علوم میں اسوہ اور رہنما ہے۔ معرفتی پہلو پر توجہ کرنا روزمرہ زندگی کے لازمی امور مثلاً علم سیاست، معاشیات اور سوشل سٹڈیز سے بے نیازی کی دلیل نہیں ہے۔ (جوادی آملی، ۱۳۷۹ش، ص ۳۴۲-۳۴۳)

آیت اللہ جوادی آملی علوم اسلامی میں قرآن کی طرف کم توجہی پر شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دینی مدارس کے علوم اگر قرآن سے مربوط نہ ہوں، تو کوئی مسئلہ حل نہیں کر سکتے ہیں، یہ بالکل ایسے ہے جیسے کسی کو مختلف قسم کی تلواریں بنانے کا ہنر آتا ہو، لیکن وہ جہاد نہ کرے! اصول فقہ، فن ہے علم نہیں؛ منطق فن ہے علم نہیں؛ آپ منطق سے کیا مسئلہ حل کریں گے؟! (جوادی آملی، ۱۳۹۵/۱۰/۱۵ش)

۱۰۔علوم انسانی میں انقلاب اور قرآن کی علمی مرجعیت

قرآن اور علوم انسانی کے حوالے سے ہونے والی بین الاقوامی کانفرس کی پہلی جلد میں "قرآن کی علمی مرجعیت" کے عنوان سے محمد علی رضائی اصفہانی کا ایک مضمون پیش کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں انسانی علوم کے حوالے سے قرآن کی مرجعیت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ قرآن کی مرجعیت سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب ایک قابل اعتماد ماخذ اور دلیل ہے جو ہر علم میں قابل استناد ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دانشور مختلف علوم کے اہداف اور بنیاد وغیرہ کے حوالے سے خاص طور پر انسانی علوم میں اس سے استفادہ کر سکتے ہیں اور قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر علوم میں نظریہ سازی کے ذریعے علوم میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ (رضائی اصفہانی، ۱۳۹۶ش، ص ۴)

خاتمہ

قرآن کی علمی مرجعیت جس کی بنیاد قرآنی آیات اور احادیث اہل بیت میں پائی جاتی ہیں، پچھلے سو سالوں میں اسلامی مفکرین کی توجہ کا مرکز بنی ہے۔ اگرچہ کچھ قدیم علماء جیسے غزالی، ملاصدرا اور فیض کاشانی نے اس کے بعض معانی کی طرف اشارہ کیا تھا، لیکن پچھلے سو سالوں میں سید جمال الدین اسد آبادی، علامہ محمد حسین طباطبائی، علامہ محمد حسین فضل اللہ، آیت اللہ عبداللہ جوادی آملی، امام خمینی اور امام خامنہ‌ای (مدظلہ العالی) نے بھی قرآن کی علمی مرجعیت کے بعض معانی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس مقالے میں مجموعی طور پر قرآن کی علمی مرجعیت کے ۱۵ معانی اور استعمالات بیان کیے گئے ہیں جن پر مذکورہ علماء نے توجہ دی ہے۔ امام خامنہ‌ای (مدظلہ العالی) نے قرآن کی طرف واپسی یعنی قرآن کو زندگی کے سیاسی، اجتماعی اور علمی شعبوں میں جاری کرنے اور حاکمیت دینے اور دیگر چند معانی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

کتابیات

قرآن کریم۔

۱. ابن منظور، محمد بن مکرم. (۱۴۱۶ق). لسان العرب. دار الاحیاء التراث العربی.

۲. اسلامی (مدبر)، علی. (۱۳۹۵ش). مرجعیت علمی قرآن از دیدگاہ آیت اللہ جوادی. پژوہشگاہ علوم و فرہنگ اسلامی.

۳. انوری، حسن. (۱۳۸۱ش). فرہنگ بزرگ سخن. انتشارات سخن.

۴. بحرانی، ہاشم. (۱۴۱۶ق). البرہان فی تفسیر القرآن. بنیاد بعثت.

۵. پارسانیا، حمید. (۱۳۹۲ش). جہان ہای اجتماعی. انتشارات کتاب فردا.

۶. جوادی آملی، عبداللہ. (۱۳۸۶ش). تسنیم (تفسیر قرآن کریم) (ج.۱). مرکز نشر اسراء.

۷. جوادی آملی، عبداللہ. (۱۳۹۱ش). حکمت عبادات. (حسین شفیعی، محقق). انتشارات اسراء.

۸. جوادی آملی، عبداللہ. (۱۳۷۹ش). وحی و نبوت در قرآن. مرکز نشر اسراء.

۹. حسینی طہرانی، سید محمد حسین. (۱۳۹۵ش). مجموعہ آثار. مؤسسہ ترجمہ و نشر دورہ علوم و معارف اسلام.

۱۰. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۹۵، ۱۵ دی). بیانات در دیدار اعضای نشست مرجعیت قرآن و علم اصول در علوم اسلامی. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir

۱۱. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۷۹، ۹ آبان). بیانات در مراسم اختتامیہ مسابقات حفظ و قرائت قرآن کریم. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir

۱۲. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۹۶، اخرداد). بیانات در اولین کنگرہ بین المللی قرآن و علوم انسانی. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir

۱۳. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۸۸، ۲۷ اردیبہشت). بیانات در دیدار با استادان و دانشجویان دانشگاہ ہای کردستان. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir

۱۴. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۸۸، ۸ شہریور). بیانات در دیدار با جمعی از اساتید دانشگاہ ہا. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir

۱۵. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۸۲، ۸ آبان). بیانات در دیدار با جمعی از استادان دانشگاہ ہای سراسر کشور. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir

۱۶. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۸۸، ۲۸ مہر). بیانات در دیدار با جمعی از بانوان قرآن پژوہ کشور. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir
۱۷. خامنہ ای، سید علی حسینی. (۱۳۹۰، ۱۱ مرداد). بیانات در دیدار قاریان و حافظان و اساتید قرآنی. بازیابی شدہ از http://www.farsi.khamenei.ir
۱۸. رضائی اصفہانی، محمد علی. (۱۳۹۶ش). روش شناسی مطالعات میان رشتہ ای قرآن و علوم انسانی. در مجموعہ آثار کنگرہ بین المللی قرآن و علوم انسانی (ج.۱). نشر بین المللی المصطفیٰ.
۱۹. رضی، ابوالحسن. (۱۳۶۸ش). نہج البلاغہ (سید جعفر شہیدی، مترجم). شرکت انتشارات علمی و فرہنگی.
۲۰. زرین کوب، عبدالحسین. (۱۳۸۶ش). کارنامہ اسلام. انتشارات امیر کبیر.
۲۱. سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن. (۱۴۰۴ق). الدر المنثور فی تفسیر المأثور. کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی.
۲۲. صدر المتألہین، محمد بن ابراہیم شیرازی. (۱۳۶۶ش). تفسیر القرآن الکریم. انتشارات بیدار.
۲۳. صدر، سید حسن. (۱۳۸۸ش). شیعہ و پایہ گذار علوم اسلامی (امیر ہوشنگ دانایی، مترجم). شرکت چاپ و نشر بین الملل.
۲۴. طباطبایی، سید محمد حسین. (۱۳۶۱ش). قرآن در اسلام. بنیاد اسلامی.
۲۵. طباطبایی، سید محمد حسین. (۱۳۸۲ش). المیزان فی تفسیر القرآن (سید محمد باقر موسوی ہمدانی، مترجم). دفتر انتشارات اسلامی.
۲۶. عروسی حویزی، عبد علی بن جمعہ. (۱۴۱۵ق). تفسیر نور الثقلین. انتشارات اسماعیلیان.
۲۷. عیاشی، محمد بن مسعود. (۱۳۸۰ش). تفسیر العیاشی. المطبعۃ العلمیۃ.
۲۸. غزالی، ابوحامد محمد. (۱۳۶۵ش). جواہر القرآن. بنیاد علوم اسلامی.
۲۹. غزالی، محمد. (۱۴۱۴ق). احیاء علوم الدین. دار الکتب العلمیہ.
۳۰. فرہنگ اکسفورد (اکبر ایران پناہ، مترجم). (۱۳۹۵ش). انتشارات آذران.
۳۱. فرہنگ پایہ لانگمن. (۱۳۹۸ش). انتشارات جنگل.
۳۲. فضل اللہ، سید محمد حسین. (۱۴۱۹ق). تفسیر من وحی القرآن. دار الملاک للطباعۃ والنشر.
۳۳. فیض کاشانی، محمد محسن. (۱۴۱۶ق). الصافی فی تفسیر القرآن. مؤسسہ الہادی.
۳۴. فیض کاشانی، ملا محسن. (۱۳۹۲ش). رسالہ ہای الانصاف. انتشارات بی زمان.
۳۵. کلینی، محمد بن یعقوب. (۱۳۶۵ش). الکافی. دار الکتب الاسلامیہ.

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۳۶. لی، آلدومیه. (۱۳۷۲ش). علوم اسلامی و نقش آن در تحول علمی جهان (محمدرضا شجاع رضوی و اسدالله علوی، مترجمان). بنیاد پژوهشهای اسلامی آستان قدس رضوی.

۳۷. مجلسی، محمد باقر. (۱۴۰۳ق). بحار الانوار الجامعة لدرر اخبار الائمة الاطهار. دار احیاء التراث العربی.

۳۸. موسوی خمینی، سید روح الله. (۱۳۷۸ش). صحیفه انقلاب. دفتر حوزه علمیه قم.

۳۹. میر عرب، فرج الله. (۱۳۹۸ش). مرجعیت قرآن و گستره آن در اندیشه علامه سید محمد حسین فضل الله. مطالعات علوم قرآن، ۱(۱)، ۱-۱۵.

۴۰. ولایتی، علی اکبر. (۱۳۸۴ش). پویایی فرهنگ و تمدن اسلام و ایران. اداره نشر وزارت امور خارجه.

Bibliography

1. Najafī, M. A. (Trans.). (n.d.). Qurʾān-i majīd [The Holy Quran].
2. Anwarī, H. (2002). Farhang-i buzurg-i sukhan [The dictionary of Sukhan]. Intishārāt-i Sukhan. (Original work published 1381 SH)
3. ʿArūsī Ḥuwayzī, ʿA. b. J. (1995). Tafsīr nūr al-thaqalayn. Intishārāt-i Ismāʿīliyān. (Original work published 1415 AH)
4. ʿAyyāshī, M. b. M. (2001). Tafsīr al-ʿAyyāshī. Al-Maṭbaʿa al-ʿIlmiyya. (Original work published 1380 SH)
5. Baḥrānī, H. (1996). Al-Burhān fī tafsīr al-Qurʾān. Bunyād-i Baʿth. (Original work published 1416 AH)
6. Faḍl Allāh, S. M. Ḥ. (1998). Tafsīr min waḥy al-Qurʾān. Dār al-Malāk li-l-Ṭibāʿa wa al-Nashr. (Original work published 1419 AH)
7. Farhang-i Oxford [Oxford dictionary] (A. Īrānpānāh, Trans.). (2016). Intishārāt-i Āzarān. (Original work published 1395 SH)
8. Farhang-i pāya-yi Lāngman [Longman basic dictionary]. (2019). Intishārāt-i Jangal. (Original work published 1398 SH)
9. Fayḍ Kāshānī, M. (1996). Al-Ṣāfī fī tafsīr al-Qurʾān. Muʾassisa al-Hādī. (Original work published 1416 AH)
10. Fayḍ Kāshānī, M. (2013). Rasāʾil al-inṣāf. Intishārāt-i Bī-Zamān. (Original work published 1392 SH)
11. Ghazālī, A. M. (1986). Jawāhir al-Qurʾān. Bunyād-i ʿUlūm-i Islāmī. (Original work published 1365 SH)
12. Ghazālī, M. (1994). Iḥyāʾ ʿulūm al-dīn. Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya. (Original work published 1414 AH)

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

13. Ḥusaynī Ṭihrānī, S. M. Ḥ. (2016). Majmūʿa-yi āthār [Collected Works]. Muʾassisa-yi Tarjuma wa Nashr-i Dūra-yi ʿUlūm wa Maʿārif-i Islām. (Original work published 1395 SH)
14. Ibn Manẓūr, M. b. M. (1996). Lisān al-ʿArab. Dār al-Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī. (Original work published 1416 AH)
15. Islāmī (Modabber), A. (2016). Marjaʿiyyat-i ʿilmī-yi Qurʾān az dīdgāh-i Āyatullāh Jawādī [The scientific authority of the Quran from the perspective of Ayatollah Jawadi]. Pajūhishgāh-i ʿUlūm wa Farhang-i Islāmī. (Original work published 1395 SH)
16. Jawādī Āmulī, A. (2000). Waḥy wa nubuwwat dar Qurʾān [Revelation and prophecy in the Quran]. Markaz-i Nashr-i Esrāʾ. (Original work published 1379 SH)
17. Jawādī Āmulī, A. (2007). Tasnīm (Tafsīr-i Qurʾān-i karīm) [Tasnim (Interpretation of the Noble Quran)] (Vol. 1). Markaz-i Nashr-i Esrāʾ. (Original work published 1386 SH)
18. Jawādī Āmulī, A. (2012). Ḥikmat-i ʿibādāt [The wisdom of worships]. (H. Shafīʿī, Ed.). Intishārāt-i Esrāʾ. (Original work published 1391 SH)
19. Khamenei, S. A. Ḥ. (2000, October 30). Bayānāt dar marāsim-i ikhtitāmiyya-yi musābaqāt-i ḥifẓ wa qirāʾat-i Qurʾān-i karīm [Statements at closing ceremony of Quran memorization and recitation competitions]. Retrieved from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 9 Ābān 1379 SH)
20. Khamenei, S. A. Ḥ. (2003, October 30). Bayānāt dar dīdār bā jamʿī az ustādān-i dānishgāhhā-yi sarāsar-i kishvar [Statements in meeting with university professors from across the country]. Retrieved from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 8 Ābān 1382 SH)
21. Khamenei, S. A. Ḥ. (2009, August 30). Bayānāt dar dīdār bā jamʿī az asātīd-i dānishgāhhā [Statements in meeting with university professors]. Retrieved from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 8 Shahrīvar 1388 SH)
22. Khamenei, S. A. Ḥ. (2009, May 17). Bayānāt dar dīdār bā ustādān wa dānishjūyān-i dānishgāhhā-yi Kordistān [Statements in meeting with professors and students of Kurdistan universities]. Retrieved

from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 27 Ordībehesht 1388 SH)
23. Khamenei, S. A. Ḥ. (2009, October 20). Bayānāt dar dīdār bā jamʿī az bānavān-i Qurʾān-pazhūh-i kishvar [Statements in meeting with female Quran researchers]. Retrieved from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 28 Mehr 1388 SH)
24. Khamenei, S. A. Ḥ. (2011, August 2). Bayānāt dar dīdār-i qāriyān wa ḥāfiẓān wa asātīd-i Qurʾānī [Statements in meeting with Quran reciters, memorizers and teachers]. Retrieved from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 11 Mordād 1390 SH)
25. Khamenei, S. A. Ḥ. (2017, January 4). Bayānāt dar dīdār-i aʿzā-yi nashist-i marjaʿiyyat-i Qurʾān wa ʿilm-i uṣūl dar ʿulūm-i Islāmī [Statements in meeting with members of the conference on Quranic authority and principles of Islamic sciences]. Retrieved from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 15 Dey 1395 SH)
26. Khamenei, S. A. Ḥ. (2017, May 22). Bayānāt dar avvalīn kongira-yi bayn al-milalī-yi Qurʾān wa ʿulūm-i insānī [Statements at the first international congress of Quran and humanities]. Retrieved from http://www.farsi.khamenei.ir (Original work published 1 Khordād 1396 SH)
27. Kulaynī, M. b. Y. (1986). Al-Kāfī. Dār al-Kutub al-Islāmiyya. (Original work published 1365 SH)
28. Lee, A. (1993). ʿUlūm-i Islāmī wa naqsh-i ān dar taḥawwul-i ʿilmī-yi jahān [Islamic sciences and their role in the scientific transformation of the world] (M. Shujāʿ Reżawī & A. ʿAlawī, Trans.). Bunyād-i Pazhūhishhā-yi Islāmī-yi Āstān-i Quds-i Rażawī. (Original work published 1372 SH)
29. Majlisī, M. B. (1983). Biḥār al-anwār al-jāmiʿa li-durar akhbār al-aʾimma al-aṭhār. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī. (Original work published 1403 AH)
30. Mīr ʿArab, F. (2019). Marjaʿiyyat-i Qurʾān wa gustara-yi ān dar andīsha-yi ʿAllāma Sayyid Muḥammad Ḥusayn Faḍl Allāh [The authority of Quran and its scope in Allama Fadlallah's thought].

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

Muṭāliʿāt-i ʿUlūm-i Qurʾān, 1(1), 1-15. (Original work published 1398 SH)

31. Mūsawī Khomeinī, R. (1999). Ṣaḥīfa-yi inqilāb. Daftar-i Ḥawza-yi ʿIlmiyya. (Original work published 1378 SH)
32. Pārsāniyā, H. (2013). Jahānhā-yi ijtimāʿī [Social worlds]. Intishārāt-i Kitāb-i Fardā. (Original work published 1392 SH)
33. Rażī, A. (1989). Nahj al-balāgha [Peak of eloquence] (S. J. Shahīdī, Trans.). Shirkat-i Intishārāt-i ʿIlmī wa Farhangī. (Original work published 1368 SH)
34. Reżāʾī Iṣfahānī, M. A. (2017). Ravesh-shināsī-yi muṭālaʿāt-i mīān-rishtaʾī-yi Qurʾān wa ʿulūm-i insānī [Methodology of interdisciplinary studies of Quran and humanities]. In Majmūʿa-yi āthār-i kongira-yi bayn al-milalī-yi Qurʾān wa ʿulūm-i insānī (Vol. 1). Nashr-i Bayn al-Milalī-yi al-Muṣṭafā. (Original work published 1396 SH)
35. Ṣadr al-Mutaʾallihīn, M. b. I. (1987). Tafsīr al-Qurʾān al-karīm. Intishārāt-i Bīdār. (Original work published 1366 SH)
36. Ṣadr, S. Ḥ. (2009). Shīʿa wa pāyiguzār-i ʿulūm-i Islāmī [Shi'a and the founder of Islamic sciences] (A. Dānāʾī, Trans.). Shirkat-i Chāp wa Nashr-i Bayn al-Milal. (Original work published 1388 SH)
37. Suyūṭī, J. ʿA. (1984). Al-Durr al-manthūr fī tafsīr al-maʾthūr. Kitābkhāna-yi Āyatullāh Marʿashī Najafī. (Original work published 1404 AH)
38. Ṭabāṭabāʾī, S. M. Ḥ. (1982). Qurʾān dar Islām [Quran in Islam]. Bunyād-i Islāmī. (Original work published 1361 SH)
39. Ṭabāṭabāʾī, S. M. Ḥ. (2003). Al-Mīzān fī tafsīr al-Qurʾān (S. M. Mūsawī Hamadānī, Trans.). Daftar-i Intishārāt-i Islāmī. (Original work published 1382 SH)
40. Wilāyatī, ʿA. (2005). Pūyāʾī-yi farhang wa tamaddun-i Islām wa Īrān [The dynamism of Islamic and Iranian culture and civilization]. Idāra-yi Nashr-i Wizārat-i Umūr-i Khārija. (Original work published 1384 SH)
41. Zarīnkūb, ʿA. (2007). Kārnāma-yi Islām [The achievements of Islam]. Intishārāt-i Amīr Kabīr. (Original work published 1386 SH)